قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

جولائی 2024ء / ذوالحجہ/محرم الحرام ۴۶-۱۴۴۵ھ • جلد نمبر 16، شمارہ نمبر 7 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- حنفی تحریک کے مراکز کی بے حرمتی؛ دنیا اور آخرت کی ذلت
- نواسۂ رسولؐ رضی اللہ عنہٗ کے عمل کا تقاضا
- حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب مہاجرہ مدینۃ الرسولؐ
- بے رحم ظالمانہ بجلی کے بلز اور زبانِ خَلق
- خُلقِ سماحت سے حاصل ہونے والے بنیادی مقامات
- عباسی خلافت کے آٹھویں خلیفہ؛ معتصم باللہ
- بجٹ 2024ء
- عالمی سیاست میں سمندروں کا کردار
- تبدیلی کے لیے نظم وضبط کی ضرورت واہمیت
- قوم کے منتخب افراد کی تربیت اور تفقہ فی الدین کی اہمیت
- فقیہ کی جامع تعریف اور اس کا سیاسی وسماجی شعور
- جادۂ قویمہ محمدیہ اور علمائے حق کا طائفۂ منصورہ
- ایک یادگار سفر کی مختصر روئیداد
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں 17 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والاؒ نے کئی دن سے (تقسیمِ ہند کے حوالے سے مسلم) لیگ، کانگرس پر جاری ہونے والی بحث کے متعلق فرمایا: ''ہم اَور کچھ نہیں جانتے (یعنی کسی اور چیز سے سروکار نہیں)، مگر اتنا خم ٹھونک کر (بصیرت کے ساتھ) کہتے ہیں کہ ہم حضرت (مولانا سیّد حسین احمد) مدنی کے (مؤقف کے) ساتھ ہیں''۔ مولوی احتشام الحسن (کاندھلوی) نے کہا کہ: حضرت! خانقاہ میں ایسی (سیاسی) بحثوں سے بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ: ''کیا کروں میری (شعوری) تربیت کچھ ایسی ہوئی ہے اور (اپنے مرشد) حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) کے جو (ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کے) حالات دیکھے ہیں تو میرا خود سر کھجلانے لگتا ہے (کہ اس موضوع پر گفتگو کی حوصلہ افزائی کروں تو ایسے میں) اَوروں (یعنی خانقاہ کے دیگر لوگوں) کا کیا قصور ہے، اور جو لوگ حضرت (مولانا سیّد حسین احمد) مدنی کو (ان کے سیاسی مؤقف کی وجہ سے) ایذا (تکلیف) دیتے ہیں، ان کے لیے (تو) دل سے بددُعا نکلتی ہے''۔

(۷رشوال المکرّم ۱۳۶۵ھ/ 4ستمبر 1946ء، بروز: منگل۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 174، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

حنیفی تحریک کے مراکز کی بے حرمتی؛ دنیا اور آخرت کی ذلت

گزشتہ آیات (2-البقرہ: 111 تا 113) میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور صابئین و مشرکینِ مکہ کی طرح فرقہ وارانہ گروہیت میں مبتلا نہ ہوں۔ انھیں چاہیے کہ بنیادی اُصولِ حنیفیت پر ہی اپنی اجتماعی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔

ان آیات (2-البقرہ: 114-115) میں تحریکِ حنیفیت کے بنیادی مراکز ''مساجدُ اللہ'' کی حرمت اور اہمیت واضح کی جارہی ہے۔ ان کی مرکزیت کو توڑنے اور ان کی حرمت کو پامال کرنے والے افراد، گروہ اور جماعتوں سے بڑا ظالم اور کون ہوگا۔ یہ مساجدُ انسانیت کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے اور اُن میں خدمتِ انسانیت کی تنظیم پیدا کرنے کے مراکز ہیں۔ چناں چہ ان مساجدُ اللہ اور مراکز کو ہی اپنا قبلۂ توجہ بنانا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنۡ یُّذۡكَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ وَ سَعٰی فِیۡ خَرَابِهَا (اور اس سے بڑا ظالم کون، جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا، اور کوشش کی ان کے اُجاڑنے میں): حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے سورج، چاند اور ستاروں کے پجاریوں نے ''بیت الشّمس''، ''بیت القمر'' اور ''بیت الکوکب'' بنا رکھے تھے، جہاں وہ ان فلکیاتی سیارات کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سیارات کی لاچارگی اور کمزوری ظاہر کر کے خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی دعوت دی، جیسا کہ ''سورت الانعام'' (74 تا 79) میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام مراکز کے مقابلے پر پہلے بیت اللہ اور مسجدِ حرام کی بنیاد رکھی اور پھر چالیس سال بعد بیت المقدس کی تعمیر ہوئی۔ یہ وہ مراکز ہیں، جن میں انسانیت کو خدا پرستی اور انسانیت دوستی کی تعلیم و تربیت اور تنظیم اجتماعیت کا اہتمام کیا گیا۔ پھر انھی بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے دنیا بھر میں جو بھی مساجدُ اللہ بنائی گئیں، اُن کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔ اب جو بھی حنیفی تحریک کے اس بنیادی مراکز کی عظمت اور حرمت کو پامال کرتا ہے، اس سے بڑا ظالم اَور کون ہوسکتا ہے؟ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''اس (آیت) کے شانِ نزول نصاریٰ ہیں کہ انھوں نے یہود سے مقاتلہ (لڑائی) کر کے تورات کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا، یا مشرکینِ مکہ کہ انھوں نے مسلمانوں کو محض تعصّب و عناد سے حدیبیہ میں مسجدِ حرام (بیت اللہ) میں جانے سے روکا۔ باقی جو شخص کسی مسجد کو ویران یا خراب کرے، وہ اسی حکم میں داخل ہے''۔

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمۡ اَنۡ یَّدۡخُلُوۡهَاۤ اِلَّا خَآئِفِیۡنَ (ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے): انسانیت کو تربیت دینے والی ان ''مساجدُ اللہ'' کی عظمت کا تقاضا ہے کہ ان میں داخل ہونے کے لیے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہو۔ اور جو لوگ ان کی بے حرمتی کرتے ہیں، وہ اس لائق نہیں ہیں کہ وہ ان مراکز کا نظم و نسق چلائیں اور اس کے متوَلّی بنیں، بلکہ اُنھیں نکال باہر کر دیا جائے اور ان مراکز کی عظمت اور حرمت رکھنے والے سچے مسلمان ان مراکز کا انتظام چلائیں۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''یعنی ان کفار کو لائق یہی تھا کہ ''مساجدُ اللہ'' میں خوف و تواضع اور ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہوتے، کفار نے جو وہاں کی بے حرمتی کی، یہ صریح ظلم ہے۔ یا (اس آیت کا) یہ مطلب ہے کہ (ایسے ظالم لوگ) اس ملک میں حکومت اور عزت کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں۔ چناں چہ یہی ہوا کہ ملک شام اور مکہ اللہ نے مسلمانوں کو دلوا دیا''۔ چناں چہ پہلے فتح مکہ کے موقع پر مسجدِ حرام اور بیت اللہ الحرام مسلمانوں کے زیرِ انتظام آیا اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں شام فتح ہوا اور بیت المقدس کا نظم و نسق بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

لَهُمۡ فِی الدُّنۡیَا خِزۡیٌ وَّ لَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ (ان کے لیے دنیا میں ذِلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے): چناں چہ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل میں سے جن ظالم یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین نے حنیفی تحریک کے ان مراکز سے انسانیت کو روکنے کی کوشش کی اور ان کی بے حرمتی کی، ان پر دنیا بھر میں سیاسی ذِلت، معاشی تباہی اور رُسوائی کا عذاب مسلط ہوا۔ اور آخرت میں دینِ حنیفی سے انسانیت کو روکنے کے سبب عذابِ عظیم میں مبتلا ہوئے۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ: ''یعنی دنیا میں مغلوب ہوئے، قید میں پڑے، مسلمانوں کے باج گزار ہوئے''۔

وَلِلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ۚ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ، بے شک اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے): حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''یہ بھی یہود و نصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلے کو بہتر بتاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اللہ مخصوص کسی طرف نہیں بلکہ تمام مکان اور جہت سے منزہ۔ البتہ اس کے حکم سے جس طرف منہ کرو گے وہ متوجہ ہے۔ تمھاری عبادت قبول کرے گا''۔ یعنی: اس کی رحمت سب جگہ عام ہے۔ ایک مکان کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اور بندوں کے مصالح اور ان کی نیتوں کو اور ان کے اعمال کو سب کو خوب جانتا ہے کہ بندوں کے حق میں کون سی شئے مفید ہے اور کون سی مضر، اسی کے موافق (جہتِ قبلہ متعین کرنے کا) حکم دیتا ہے اور جو اس کی موافقت کرے گا، اس کو جزا اور مخالف کو سزا دے گا''۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں: ''ادیانِ عالم میں جہتِ قبلہ کی تعیین اصل نہیں ہے، بلکہ اصل تو حظیرۃ القدس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ تمام جہات اللہ کے نزدیک برابر ہیں۔ قبلے کی تعیین کا مقصد تو ملتِ حنیفیہ کے امام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے اُصولوں کی بنیاد پر تنظیم پیدا کرنا ہے''۔

''مساجد اللہ'' انسانیت کو منظّم کر کے اللہ سے جوڑنے کے قبلہ ہائے توجہ ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ قبلے کی تبدیلی کے حوالے سے یہود و نصاریٰ کے پیدا کیے ہوئے جھگڑوں سے دور رہ کر اصل حنیفی اُصول پر اپنی اجتماعی تنظیم و تربیت میں مشغول رہیں۔

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

نواسۂ رسولؐ رضی اللہ عنہ کے عمل کا تقاضا

عَنْ أَبِی بَکْرَۃؓ یَقُوْلُ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ إِلٰی جَنْبِہٖ، وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّۃً وَعَلَیْہِ أُخْرٰی، وَیَقُوْلُ: ''إِنَّ ابْنِی ھٰذَا سَیِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰہَ أَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ''.

(الجامع الصّحیح للبُخاری، حدیث: 2704)

(حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا۔ آپؐ کے پہلو میں حضرت حسن بن علیؓ تھے، آپؐ کبھی لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور کبھی حسنؓ کی طرف دیکھتے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ: ''میرا یہ بیٹا (ہر اعتبار سے) بڑا سردار ہے اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے''۔)

نبی اکرم ﷺ نے ایک پیشین گوئی فرمائی تھی کہ حضرت حسنؓ کی وجہ سے اُمت کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح ہو جائے گی۔ یہ امر واقعہ ہے کہ خلافت کے مسئلے پر حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ مذاکرات کیے اور خلافت ان کے سپرد کر کے خود خلافت سے دست بردار ہو گئے، جس سے حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی اور اُمت ایک خون ریز جنگ سے بچ گئی۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق صحیح قیادت کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کے اقدامات سے فتنے کا خاتمہ ہوتا ہے، بھلے! اس کو اپنے مؤقف سے ایک قدم پیچھے ہٹنا پڑے، جیسا کہ حضرت حسنؓ نے کیا۔

حضور ﷺ کی یہ تمنا کہ حضرت حسنؓ کی وجہ سے مسلمانوں کا اختلاف ختم ہوگا، اُمت کو چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس اُمید کو خانوادۂ رسولؐ کی امتیازی شان بنا دے۔ اس کی عملی صورت یہ بنتی ہے کہ اُمت میں اتفاق و اتحاد کی راہ نکالی جائے۔ نبیؐ کی توقع کے مطابق آپؐ کا ایک نواسہ اپنے دور میں ایک بہت بڑی جنگ کو روک دیتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ بعد ازاں بعض ناہنجار لوگوں نے اپنے نفسانی اور گروہی مفادات پورے کیے اور حضرت حسینؓ کی الم ناک شہادت کا دل خراش واقعہ پیش آتا ہے۔ ایک دوسرے نواسے کی شہادت کو استعمال کرتے ہوئے بعض مفاد پرست گروہوں نے فرقہ واریت اور گروہیت کو فروغ دیا۔ انگریز سامراج نے ہندوستان پر تسلط کے بعد اس گروہیت کو اپنے تسلط کے عرصے کو طویل کرنے کے لیے استعمال کیا اور مستقل معاشرتی تفریق پیدا کر کے ہر سال محرم میں فرقہ وارانہ کشیدگی کی داغ بیل ڈالی اور بدامنی کو فروغ دے کر اپنے مقاصد حاصل کیے، جو ایک سو سال سے وحدتِ اُمت کے لیے بڑی رُکاوٹ ہے۔ کل روزِ قیامت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور ان کے نانا ﷺ کے سامنے جب ہم پیش ہوں تو وہ یہ سوال کر دیں کہ ہم نے تو اُمت کے اتفاق و اتحاد پر ساری زندگی لگائی، تم نے ہماری ہی وجہ سے اُمت میں افتراق پیدا کر دیا اور اس افتراق سے کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے گئے اور دشمن کے لیے تر نوالہ بن گئے!! تو اس کا اُمت کے پاس کیا جواب ہوگا؟

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب مہاجرہ مدینۃ الرسولؐ

حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا حضرت محمد ﷺ کی چچا زاد بہن تھیں اور شاعرِ بنو ہاشم زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی تھیں۔ حضرت ضباعہؓ اور ان کے شوہر حضرت مقدادؓ بن اسود بھی قریش کے 70 افراد کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ مکہ کے ظالمانہ نظام نے انھیں مصائب میں مبتلا رکھا، مگر ایمان کی حلاوت چکھنے کے بعد وہ کفر کی طرف نہ لوٹے۔ بنو ہاشم کی ابتدائی دینی و ملّی خدمات اور قربانیوں کا ذکر آپؓ سے منقول ہے۔ اس میں بنو ہاشم کی خواتین کا بھی بھرپور کردار تاریخی طور پر ثابت ہے، ان میں ضباعہ کا دینی و علمی ذوق و شوق، سماجی کردار، سیرتِ نبویؐ و صحابہؓ کی تاریخ سے واضح ہے۔

حضرت ضباعہؓ نے آپؐ سے اور اپنے خاوند حضرت مقداد بن اسودؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ضباعہؓ سے درج ذیل صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے بھی روایت کی ہیں: ابن عباسؓ، عائشہؓ، ان کی اپنی بیٹی کریمہؒ، سعید ابن المسیّبؒ، عروہ بن زبیر بن عوامؒ۔ حج میں احرام کی شرط والی حدیث سنن ابی داؤد وغیرہ میں موجود ہے۔ عبادات میں شرعی آرا کا اعتبار کرنا اور سوالات کے ذریعے کامل اطمینان اور شرح صدر سے احکاماتِ الٰہی پر عمل پیرا ہونا ہی اصل اسلام ہے، جو سفرِ حج شروع کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے اُن کے سوالات کر کے کامل تشفی سے معلوم ہوا۔

غزوۂ خیبر میں آپؐ نے حضرت ضباعہؓ کو 40 وسق کھجوریں عطا فرمائیں۔ حضرت مقدادؓ جیسے ہی آپ ﷺ کی کوئی حدیث سنتے فوراً اپنی بیوی کو جا کر بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: ''خوش نصیب ہے وہ جو فتنوں سے بچ کر رہے''۔ پھر اپنے سب ساتھیوں کو بھی جا کر بتاتے تھے۔ گھروں میں اعلیٰ تعلیمات کا تذکرہ گھریلو نظام و سماج کو مضبوط بناتا ہے۔ حضرت مقدادؓ ذہین تھے اور اسلام سے بہت لگاؤ تھا، اس لیے وہ اپنی ان اجتماعی ذمہ داریوں سے آگاہ تھے۔ گھریلو زندگی کے سماجی آداب سیکھنا ایک مستقل مشغلہ ہے، جس سے زندگی کو نفع بخش اور اجتماعی اصول پر استوار کیا جا سکتا ہے اور منفی، شیطانی قوتوں کی مداخلت سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور دشمن قوتوں کو اپنی سرزمین اور اپنے معاشی وسائل سے ناحق تصرفات کو روکا جانا بھی ایک اہم ترین سماجی آداب میں سے ہے، تاکہ مضبوط ہوم فرنٹ وجود میں آئے۔ جب آپ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے نکلے تو ضباعہؓ نے نیت کے بارے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''تلبیہ کہہ کر احرام باندھ لو اور جہاں روک دی جاؤ حلال ہو جانا (احرام اتار دینا)''۔ ضباعہؓ روایت کرتی ہیں کہ جمرۂ اولیٰ و جمرۂ ثانیہ کے پاس آپؐ سے سوال کیا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے جواب نہ دیا۔ پھر جمرہ عقبہ کے پاس سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا''۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ضباعہؓ ایک خاتون ہو کر دینی و قومی مشاہد و اجتماعات میں پوری بصیرت و شعور کے ساتھ شامل ہے اور ارشاداتِ نبویؐ اور دیگر اہم ترین سوالات ذہن نشین رکھتی ہیں، بلکہ ان کو علمی و روایت کے طور پر محفوظ کر لیتی ہیں۔

شذرات

بے رحم ظالمانہ بجلی کے بلز اور زبانِ خلق

پاکستان میں ہم بے رحم استحصالی سرمایہ داری نظام کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس نظام میں عوامی استحصال کے ہتھکنڈے روز افزوں ہیں، جیسا کہ آج کل بجلی کے ظالمانہ بلوں میں اشرافیائی نظام کا استحصال زبانِ خلق پر آ چکا ہے۔ بجلی بلوں کے موجودہ بحران اور اس سے جڑی مشکلات کے ادراک کے لیے اس کے پسِ منظر کو جاننا ضروری ہے۔

1990ء کی دہائی میں یکے بعد دیگرے بجلی کی پیداوار اور خرچ میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ٹھوس قومی مفاد میں حکمتِ عملی اپنانے کے بجائے اس دور میں پاکستان میں آئی پی پیز (Independent Power Producers) کو لایا گیا۔ یہ بجلی کے وہ پرائیویٹ کارخانے ہیں جو حکومت کو بجلی فروخت کرتے ہیں اور ان کے ذریعے سے بجلی پیدا کر کے نیشنل گرڈ کو دی جاتی ہے، یعنی یہ پرائیویٹ کمپنیاں پاکستان میں بہت بڑی تعداد میں کام کر رہی ہیں۔ چند کو چھوڑ کر ان کے بیش تر مالک پاکستان ہی کے بڑے سرمایہ دار گروپ ہیں، جن میں سیاسی جماعتوں کے لیڈر، ریٹائرڈ جرنیل، جاگیردار اور سرمایہ دار ہیں۔ پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے کے آئی پی پیز سے کیے گئے معاہدے اتنے سادہ نہیں تھے، بلکہ ان معاہدات کی خطرناک شق یہ تھی کہ ہم ان کارخانوں کو ان کی پیداواری استعداد کے مطابق قیمت ادا کریں گے، خواہ بجلی لیں یا نہ لیں۔ اگر حکومت نے سالانہ ایک ہزار میگاواٹ بجلی خریدنے کا معاہدہ کر لیا تو ان کو ایک ہزار میگاواٹ بجلی کی قیمت ادا کرے گی۔ اگرچہ استعمال کم ہونے کی وجہ سے بجلی اس مقدار میں لی ہی نہ گئی ہو۔ اگر کوئی پرائیویٹ کارخانہ ہزار کے بجائے 500 میگاواٹ سالانہ دے رہا ہے تب بھی حکومت اس کو معاہدے کی رو سے ایک ہزار میگاواٹ بجلی کے پیسے دے رہی ہے۔ انھی معاہدوں کے تحت پاکستان کے اندر ایک ایسا پرائیویٹ بجلی گھر بھی موجود ہے، جس نے گزشتہ سال ایک میگاواٹ بجلی بھی پیدا نہیں کی، لیکن اس نے 28 ارب روپے کا منافع ظاہر کیا ہے، یعنی اس نے بغیر کچھ خرچ کیے 28 ارب روپے کما لیے۔

دراصل یہی وہ شیطنت پر مبنی چالاکی ہے جو ملکی نظام پر قابض طبقے بروئے کار لاتے ہیں۔ خود قانون سازی کرتے ہیں، خود ہی سرمایہ کاری کرتے اور بدنیتی کی بنیاد پر قانون میں دی گئی رعایت سے فائدہ بھی خود اُٹھاتے ہیں۔ حال آں کہ قانون انسانی سماج کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے بنایا جاتا ہے اور انسانی مشکلات کو اس کے ذریعے سے حل کیا جاتا ہے۔ نوے کی دہائی میں جب آئی پی پیز کا منصوبہ شروع کیا گیا، سرمایہ داروں نے اسی وقت اس سارے منصوبے پر قبضہ جما لیا، کیوں کہ اس میں انھیں منافع خوری کے نام پر بے انتہا لوٹ مار کے مواقع نظر آ رہے تھے، بلکہ مذکورہ بالا پرائیویٹ بجلی گھر کی طرح بغیر کچھ خرچ کیے بہت بڑی بڑی رقمیں ہتھیائی جا سکتی تھیں۔ اس سارے نظام کے پیچھے یہی سرمایہ دار طبقہ بیٹھا ہوا ہے۔ اب یہی آئی پی پیز قوم کی جڑوں میں بیٹھ چکا ہے اور بجلی کے پورے پیداواری نظام کے لیے آکاس بیل بن چکا ہے۔

اب یہی طبقہ عوام کے زخموں پر نمک چھڑک رہا ہے، جیسا کہ بجلی کے حالیہ بلوں میں 200 یونٹ کا بل 3083 روپے ہے اور 201 یونٹ کا بل 8154 روپے ہے۔ صرف ایک اضافی یونٹ کے 5071 روپے عوام سے وصول کیے جا رہے ہیں۔ ہم کتابوں میں اجنبی اور استعماری حکمرانوں کے استحصالی ہتھکنڈوں کو ان کے سامراجی پسِ منظر میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن 200 یونٹ کی حد پار کرنے کے فارمولے کو ملک کی سرحد پار کرنے کے مترادف بنانے والے کس زمانے کے بیوروکریٹس ہیں؟ ان کے ان استحصالی ہتھکنڈوں کو کس زمرے میں شامل کیا جائے؟ کبھی عوام نے سوچا تھا کہ پاکستان کا نظام ان کے ساتھ یہ مذاق بھی کرے گا؟ ہر دور کے استحصالی طبقوں کی نفسیات ایک ہی ہوتی ہیں اسی لیے سرمایہ دار طبقے ہر دور میں اپنی عوام کو لوٹنے کے لیے ایسے نئے ہتھکنڈے ایجاد کرتے رہے ہیں۔ الیکشن میں 300 یونٹ فری بجلی دینے کا سبز باغ دکھانے والی سیاسی جماعتیں آج حکمرانی کی خلعت پہن کر تین سو فی صد بجلی مہنگی کر چکی ہیں، کوئی ہے جو اِن سے پوچھے؟

ان حکومتوں سے مفت یا سستی بجلی کی توقع تو عبث ہے۔ بجلی کے بلوں میں کوئی چودہ قسم کے آنے والے ٹیکسوں کے نام پڑھ کر اب ایک عام آدمی بھی اس نظام کے ننگے استحصال پر انگشت بہ دنداں ہے۔ ٹیکس در ٹیکس عائد کرنے کی ڈھٹائی دیکھیے کہ اب ٹیکس عائد کرنے کا جھوٹا عنوان تک موجود نہیں رہا، اس لیے ایک ٹیکس کا نام ''فاضل ٹیکس'' ہے، اس کے بعد دوسرا ''مزید ٹیکس'' کے نام سے ہے، اور اس میں ایک ٹیکس ''ٹیلی ویژن فیس'' بھی ہے اور یہ فیس مسجد کے بل میں بھی اسی نام سے لگ کر آتی ہے۔ اس معاملے کی تصدیق کے لیے میں نے ایک امام مسجد دوست سے اس کی مسجد کا بل منگوایا تو جامع مسجد اقصیٰ کو ٹیلی ویژن فیس بھی لگی ہوئی تھی۔ اس نظام نے خلق خدا کو تو لوٹا ہی ہے، اس کی سفاکی دیکھیے کہ اس کی دست درازی سوئے حرم بھی ہے۔ ہم شاعروں کے ہاں ایسے مصرعے تو سنتے تھے کہ ع ''امیرِ شہر نے جب میرا گھر لوٹا'' یا یہ کہ ع ''امیرِ شہر غریبوں کو لوٹ لیتا ہے''، لیکن ہمارے عہد کا امیر ایسا بے ایمان ہے کہ یہ خدا کے گھر کو بھی لوٹنے کے درپے ہے۔

الیکشن میں مفت بجلی کا چورن بیچنے والے نہ صرف اپنے چراغ عوام کے تیل سے جلاتے ہیں، بلکہ وہ اپنے سرکاری محکموں میں بھی بیٹھ کر بجلی چوری کرتے ہیں۔ حکومتی سطح پر بجلی چوری پکڑنے والے ایک ادارے کے دفتر میں خود براہ راست کھمبے سے بجلی لینے کی خبریں بھی میڈیا میں آ چکی ہیں۔ اسی طرح گورنر خیبر پختونخوا کے ذاتی گھر کا 21 لاکھ روپے بجلی کا بل آنے کے بعد ان کے ڈیرہ اسماعیل خان کے اس گھر کو سرکاری رہائش گاہ قرار دے دیا گیا ہے۔ بجلی فروخت کرنے والی کمپنیاں عوام دشمنی اور استحصال کی تمام حدیں پار کر چکی ہیں۔ نیپرا کی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال دس ملین لوگوں کو ان کمپنیوں نے خرچ سے زیادہ بل بھیجے ہیں۔ ایک طرف یہ ناروا بوجھ عوام پر ڈالا جا رہا ہے اور دوسری طرف اس نظام کی محافظ بیوروکریسی نہ بجلی کا بل دیتی ہیں اور نہ گیس کا۔ ان کی ساری سہولتیں عوام کا خون نچوڑ کر فراہم کی جاتی ہیں۔ (مدیر)

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

خُلقِ سماحت سے حاصل ہونے والے بنیادی مقامات

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

''اور پھر لازمی اور ضروری ہے کہ ''خُلقِ سماحت'' کی بنیاد پر کثرت سے وقوع پذیر ہونے والے مقامات کا بیان کیا جائے اور اُن میں سے شریعت نے جن مقامات کا اعتبار کیا ہے، انھیں غیر معتبر مقامات سے ممتاز کر کے واضح کیا جائے:

(1۔ زہد و تقویٰ): ان مقامات میں سے ایک زہد و تقویٰ ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسانی نفس بسا اوقات کھانا کھانے، لباس پہننے اور عورتوں کی طرف میلان رکھنے کی حرص اور اُن کی لذتوں کی طرف بہت زیادہ جھکاؤ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ان لذتوں میں منہمک ہونے کی وجہ سے نفسِ انسانی پر فساد کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے، جو اس کے نفس کی گہرائیوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب انسان ان لذتوں کو اپنے نفس سے نکال باہر کرتا ہے تو یہی دنیا میں ''زہد'' اختیار کرنا ہے۔ ان چیزوں کو مکمل طور پر ترک کرنا مطلوب نہیں ہے، بلکہ زُہد کی اس خصلت کو حقیقی طور پر پیدا کرنا مطلوب ہے۔

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''دنیا سے زہد اور بے رغبتی، حلال کو حرام کرنے اور مال ضائع کرنے کا نام نہیں، بلکہ دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے وہ اس چیز سے، جو اللہ کے ہاتھوں میں ہے، زیادہ قابلِ اعتماد نہ ہو، اور یہ کہ جب تمھیں کوئی مصیبت پہنچے تو تم اس مصیبت کے ثواب کے حصول میں زیادہ رغبت دکھاؤ کہ کاش کہ یہ مصیبت تمھارے لیے باقی رہتی''۔ (مشکوٰۃ، حدیث: 5301، جامع ترمذی، حدیث: 2340)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدم کے بیٹے کا ان تین چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں ہے: (1) ایسا گھر جس میں وہ رہائش رکھے، (2) اتنا کپڑا جو اُس کا ستر چھپا لے، (3) اتنے برتن کہ جن میں پانی اور روٹی رکھی جاسکے''۔ (مشکوٰۃ، حدیث: 5186)

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کے لیے کھانے کے اتنے چھوٹے چھوٹے لقمے کافی ہیں کہ جن سے اُس کی کمر سیدھی رہے''۔ (مشکوٰۃ، حدیث: 5192)

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی ہونا چاہیے''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث: 4177)

یعنی: وہ کھانا جو دو آدمیوں کا خوب پیٹ بھر دے، جب اُسے تین آدمی کھائیں تو درمیانے درجے میں تمام کے لیے کافی ہو جائے۔ آپ ﷺ کا مقصد ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کی ترغیب دینا ہے اور پیٹ بھرنے کی حرص کی ناپسندیدگی کو بیان کرنا ہے۔

(2۔ قناعت): اس کی حقیقت یہ ہے کہ بے شک مال کی حرص اور محبت بسا اوقات نفس پر غالب ہو جاتی ہے اور وہ اس کے نفس کی گہرائی اور جوہر میں داخل ہو جاتی ہے، جب اُسے دل سے نکال باہر کیا جائے اور مال کی محبت کو چھوڑنا آسان ہو جائے، اسی کو ''قناعت'' کہتے ہیں۔ قناعت اس کا نام نہیں ہے کہ نفس کے اِشراف کے بغیر اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مال و متاع کی کثرت مالداری نہیں ہے، لیکن مالداری تو نفس کا غنی ہونا ہے''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث: 5170)

اسی طرح آپ ﷺ نے (حضرت حکیم بن حزامؓ سے) فرمایا:

''اے حکیم! بے شک یہ مال بڑا سرسبز اور میٹھا ہوتا ہے، پس جو آدمی اپنے نفس کی (بلندی اور) سخاوت کے ساتھ لیتا ہے، اُس کے لیے اس مال میں برکت پیدا کر دی جاتی ہے۔ اور جو آدمی اسے نفس کی خواہش اور اس کی جانب میلان کے ساتھ لیتا ہے، اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ وہ ایسے آدمی کی طرح ہوتا ہے کہ جو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اُس کی بھوک ختم نہ ہو۔ اور یہ کہ اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے اچھا ہوتا ہے''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث: 1842)

اسی طرح نبی اکرمؐ نے (حضرت عمرؓ سے) فرمایا: ''جب تیرے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تُو اُس کی طرف میلان نہ رکھتا ہو اور نہ مانگنے والا ہو تو اُس مال کو لے لے اور مالدار ہو جا اور جو ایسا نہ ہو، تو تیرا دل اُس کے پیچھے نہ پڑے''۔ (رواہ البخاری: 1473)

(3۔ جود و سخاوت): اس کی حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات دل کے اندر مال کی محبت اور اُسے اپنے پاس روک کر رکھنے کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ محبت اُس انسان کے دل کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لیتی ہے۔ پس جو آدمی اُس مال کو خرچ کرنے کے لیے تیار ہو اور اسے اس کی کوئی پروا نہ ہو تو اسے ''سخاوت'' کہتے ہیں۔ مال کو ضائع کرنا اور مال سے بغض رکھنا سخاوت نہیں ہے۔ اس لیے کہ مال تو اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بخل سے بچو، اس لیے کہ بخل نے ہی تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کیا ہے۔ اسی بخل نے اُنھیں اُبھارا کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے خون بہائیں اور اُن کی محترم چیزوں کی توہین و تذلیل کریں''۔ (صحیح مسلم، حدیث: 6576)

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے: ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہِ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو''۔ (صحیح بخاری، حدیث: 73)

آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمھارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی خوش حالی اور اس کی زیبائش و آرائش کے دروازے کھول دیے جائیں گے''۔

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اچھائی برائی پیدا کرے گی؟...

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اچھائی برائی نہیں پیدا کرتی (مگر بے موقع استعمال سے برائی پیدا ہوتی ہے) کیوں کہ موسم بہار میں بعض ایسی گھاس بھی اُگتی ہیں جو جان لیوا یا تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں''۔ (صحیح بخاری، حدیث: 1465)

(بقیہ: صفحہ 12 پر)

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عباسی خلافت کے آٹھویں خلیفہ؛ معتصم باللہ

ابواسحاق محمد بن ہارون الرشید جو ''معتصم باللہ'' کے لقب سے معروف ہیں، خلافتِ بنوعباس کے آٹھویں خلیفہ ہیں۔ مامون الرشید نے ان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چناں چہ مامون الرشید کے انتقال پر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ ۲۱۸ھ / 833ء سے ۲۲۷ھ / 842ء تک یعنی 9 برس خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ مامون الرشید کے انتقال کے وقت وہ طرطوس میں تھے۔ انتقال کی خبر ملنے پر اُمرا و عمائدین سلطنت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو فوج کے کچھ لوگوں نے اختلاف کیا۔ وہ مامون الرشید کے بیٹے عباس بن مامون کو خلافت کے منصب پر بٹھانا چاہتے تھے۔ معتصم نے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عباس کو دربار میں بلایا اور اس سے رائے لی تو اس نے خوش دلی سے اپنے چچا کی بیعت کرلی۔ اس طرح فوج کی طرف سے جو اختلافِ رائے سامنے آرہا تھا، وہ ختم ہوگیا۔

معتصم باللہ نے اپنے بھائی اور والد ہارون الرشید کے اندازِ حکومت کو برقرار رکھا، تاہم وہ اتنا پڑھا لکھا نہیں تھا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے والد ہارون الرشید نے اس کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک غلام کو مامور کر رکھا تھا، جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتے اور جب بھی مناسب موقع ہوتا، ان کو پڑھاتے۔ اتفاق سے ان کا انتقال ہوگیا تو ہارون الرشید نے کہا کہ تمھارے اُستاد فوت ہوگئے، اب کیا ارادہ ہے؟ تو معتصم نے کہا کہ چلو میں کتاب کے جھنجٹ سے چھوٹ گیا۔ معتصم اگرچہ کم تعلیم یافتہ تھا، لیکن شاہی خاندان اور علما کی صحبت میں پرورش پائی تھی اور ہارون کے زمانے کے علمی مباحث دیکھے تھے، اس لیے اس کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ اس کے دورِ خلافت میں وہ علمی و سائنسی سرگرمیاں جو مامون الرشید کے عہدِ خلافت میں روز افزوں تھیں، ان کی رفتار سست پڑ گئی، تاہم وہ سپہ سالاری کی اعلیٰ درجے کی قابلیت رکھتا تھا۔ اس نے فوجی نظام کو ترقی دی، جس کی بدولت اس کے دورِ خلافت میں خوب فتوحات ہوئیں۔ بہت سے رومیوں کے علاقے ''عموریہ'' وغیرہ اسلامی خلافت میں شامل ہوئے۔

معتصم نے فوج کی جمعیت کو بڑھانے کے لیے ترکوں کو فوج میں شامل کیا، جب کہ اس کے والد ہارون الرشید اور بھائی مامون الرشید خراسانیوں کے زیادہ قدردان تھے۔ انھوں نے عربی فوج پر بہت کم اعتماد کیا تھا، اس لیے فوج میں عربی عنصر بہت کم ہوگیا تھا۔ صرف یمن و مصر کے قبائل خلیفہ کی فوج میں باقی رہ گئے تھے۔ معتصم کے دورِ خلافت میں بہت سی بغاوتیں بھی ہوئیں، جن کو معتصم نے نہایت دانش مندی کے ساتھ ختم کیا۔ وہ ترکوں میں جنگ جوئی اور صعوبت کشی کے اوصاف کی وجہ سے ان کو پسند کرتا تھا اور ان کے ذریعے ہی اس نے ہونے والی بغاوتوں کو کچلا۔ ''سامرہ'' شہر بھی معتصم نے ہی بسایا تھا۔ اس کی تعمیر ۲۳۰ھ / 844ء میں ہوئی، اسی سال بغداد کے بجائے سامرہ دارالخلافہ بن گیا۔ یہیں حضرت امام علی نقیؒ اور حسن عسکریؒ کے مزارات ہیں۔

ملکی معیشت

ملکی معیشت
ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

بجٹ 2024ء

ہمارا ہر بجٹ ٹیکس وصولی کی ایک نئی سکیم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ٹیکس دینا چاہتا ہے تاکہ اسے غیر ضروری پوچھ گچھ اور مقدمے بازی سے بچنا ہو، ایسے شہری کے لیے ہر بجٹ ایک ڈراؤنے خواب سے کم نہیں ہوتا۔ کیوں کہ نت نئے وضع کردہ ٹیکس ادا کرنے کے حوالے سے لسٹ میں ایسے تمام شہریوں کا نام پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ چناں چہ ہر سال ایسے ٹیکس دہندگان کو نئے سِرے سے پلاننگ کرنی ہوتی ہے تاکہ ایف بی آر کے ممکنہ عتاب سے بچا جاسکے۔ اس سال پاکستان کو ہمہ جہتی چیلنج کا سامنا ہے، جس کے پیشِ نظر ایک مشکل بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ ان میں ایک طرف آئی ایم ایف کا تقاضا کہ ٹیکس وصولی کی شرح کل قومی پیداوار کے پندرہ فی صد تک بڑھائی جائے، دوسری جانب قرضوں اور اُن پر سود کی واپسی کا پہاڑ جہاں 'گنجی نہائے گی کیا اور نچوڑے گی کیا' کے مصداق سُکڑتی ہوئی مالیاتی صلاحیت، اسی طرح ٹیکسز اور کسٹم ڈیوٹی پر چھوٹ پر چلنے والے شعبہ جات کا خاتمہ اور آخر میں مقتدرہ کے من پسند شعبہ جات جیسے حکومتی دائرۂ اختیار میں چلنے والی کمپنیاں State Owned Enterprises (SOEs)، بینک، پرائیویٹ بجلی گھر، منتخب نمائندوں کے زیرِ انتظام ترقیاتی کام، انتظامیہ اور ان کی مراعات اور سب سے اہم دفاع وغیرہ پر اخراجات کا تعین کیسے کیا جائے۔

لیکن ان تمام چیلنجز کے باوجود ہماری مقتدرہ نے ایک دفعہ پھر ثابت کردیا ہے کہ یہ لوگ پاکستان کو اُس وقت تک لوٹیں گے جب تک عوام لُٹتی رہے گی۔ پاکستان ایک ایسی دکان ہے جسے چلتا رکھنا ان کی ضرورت ہے۔ اس لیے کچھ اقدامات ایسے کیے گئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب معاملہ سر سے اُوپر ہوتا چلا جارہا ہے۔ چناں چہ بجٹ میں آمدہ سال کے لیے قرضوں کی وصولی کے ٹارگٹ میں خاطر خواہ کمی کی گئی ہے، لیکن اس کمی کو تمام شعبہ جات' بالخصوص تنخواہ دار طبقے پر مزید ٹیکس لگا کر پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

18,877 ارب روپے کے اس بڑے بجٹ میں سے 9,800 ارب روپے صرف قرضوں پر سود کی ادائیگی پر جائیں گے۔ اس مسئلے کا ذکر اگست 2022ء کے کالم میں تفصیل سے کیا گیا تھا اور اس میں کچھ اقدامات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، جو پاکستان کی بقا کے لیے ضروری تھے، لیکن عالمی تجارت میں مطلوبہ توازن کے علاوہ کوئی قدم مؤثر انداز میں نہیں اُٹھایا گیا، جس کا نتیجہ آج پاکستانی عوام پر بھاری ٹیکسیشن کی صورت میں نکل رہا ہے۔ اس بجٹ کا خوف ناک پہلو یہ ہے کہ اپنی مراعات، سبسڈیز اور گرانٹس جیسے اخراجات' جن کی آڑ میں اربوں روپوں کی کرپشن کی جاتی ہے، ان میں کمی کے بجائے، انھیں دوگنا کردیا گیا ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے کہ وہ طے شدہ اَہداف پورے کرلیں گے اور انھیں بجلی اور ایندھن کی قیمتوں میں اضافے کیے بغیر مطلوبہ نتائج مل جائیں گے اور اس صورت میں پیداوار میں کمی، بے روزگاری اور امن و امان کے مسائل لازم جنم لیں گے۔ (بقیہ: صفحہ 12 پر)

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

عالمی سیاست میں سمندروں کا کردار

عالمی سمندر ایک ہی پانی ہے، جس نے کرۂ ارض کے تمام پانیوں کو باہم ملایا ہوا ہے۔ سمندروں کا پانی دنیا کے کل پانی کا 97 فی صد ہے۔ جغرافیہ دانوں نے بہت عرصے تک دنیا کے سمندروں کو چار حصوں میں تقسیم کررکھا تھا: بحرالکاہل، بحرِ ہند، بحرِ اوقیانوس اور بحرِ منجمد شمالی۔ اس کے علاوہ نمکین پانیوں کے چھوٹے حصوں کی بھی وضاحت کررکھی تھی، جن میں بحریں، خلیجیں اور دریاؤں کے آخرے سرے شامل تھے۔ دو ہزار عیسوی میں پانچویں سمندر، بحرِ جنوب کو باقاعدہ سمندر کا درجہ دے کر حدود کا تعین کردیا گیا ہے، جس میں انٹارکٹیکا کے گرد کا پانی شامل ہے۔ بحرالکاہل سب سے بڑا سمندر قرار پایا، جو 28 فی صد ہے۔ گویا خشکی کے رقبے کے تقریباً برابر ہے۔ مغربی نصف کرہ میں بحرِ جنوب، ایشیا اور آسٹریلیا سے ملحقہ ہے۔ بحرِ اوقیانوس کرۂ ارض کا دوسرا بڑا سمندر ہے۔ مغربی نصف کرہ میں افریقا، یورپ اور بحرِ جنوب کے درمیان کا علاقہ شامل ہے۔ بحرِ ہند: زمین کا تیسرا بڑا سمندر ہے۔ انڈمان، عرب، فلورس، جاوا، خلیجِ بنگال، احمر، عظیم آسٹریلوی کھائی، خلیجِ عدن، خلیجِ اومان، موزمبیق اور خلیجِ فارس کو گھیرے ہوئے ہے۔ بحرِ جنوب: تازہ ترین چوتھا بڑا سمندر بنایا گیا ہے۔ بحرالکاہل، بحرِ اوقیانوس اور بحرِ ہند کے بعض حصوں پر مشتمل ہے۔ بحرِ منجمد شمالی: پانچواں اور سب سے چھوٹا سمندر ہے۔ یورپ، ایشیا اور شمالی افریقا کے درمیانی حصے پر مشتمل ہے۔ (انٹرنیشنل ہائیڈروگرافک آرگنائزیشن)۔ سمندروں کی یہ تشکیل بالادست قوتیں اپنی شناخت اور غلبے کے اظہار کے طور پر کرتی ہیں، حال آں کہ کرۂ ارض کے خشکی کے حصے بخرے کرنا تو شاید کسی حد تک ممکن ہو، لیکن پانیوں کی تقسیم مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

سمندروں پر بالادستی حقیقت میں عالمی حکمرانی کا تعین کرتی ہے۔ جن اقوام نے پانی پر چلنا سیکھ لیا ہے، وہی ہواؤں اور خلاؤں کے فاتح قرار پائے جاسکتے ہیں، جیسا کہ بنواُمیہ کے بحری بیڑوں اور سمندروں پر حکمرانی نے خلافتِ اسلامیہ کا پھیلاؤ مشرق و مغرب کے ممالک میں کردیا تھا۔ آج بھی یہی صورتِ حال ہے۔ برطانوی مؤرخ پال کینیڈی (Paul Kennedy) اپنی کتاب "Victory at Sea" (سمندر کے فاتح) میں رقم طراز ہے کہ: ''جن طاقتوں نے جنگِ عظیم دوم میں سمندروں میں کامیابیاں سمیٹی تھیں، وہی جنگ جیت کر فاتح قرار پائے''۔ جنگ میں برطانیہ، امریکا، جاپان، فرانس، اٹلی اور جرمنی جنگی جتھے کا حصہ تھے۔ جنگ کے بعد نیا عالمی ڈھانچہ تشکیل دے کر اقوام کے حکمران بن بیٹھے۔ جنگوں کی کامیابی میں جہاں برّی اور ہوائی طاقت کا عمل دخل ہے، وہیں بحری طور پر منظم، مضبوط اور جدید ٹیکنالوجی سے آراستگی بھی ناگزیر اور اٹل حقیقت ہے۔ نئے ورلڈ آرڈر کے تخلیق کار اور رہنما اتحاد کے روحِ رواں ولادی میر پیوٹن نہ صرف اس حقیقت سے بہ خوبی آگاہ ہیں، بلکہ بہترین حکمتِ عملی کے معمار دکھائی دیتے ہیں۔ ایک امریکی اخبار بزنس انسائیڈر (Business Insider) اپنی 7/ جون 2024ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ: ''روس کیوبا میں اپنے چار جنگی بحری جہاز روانہ کررہا ہے''۔ امریکی ایجنسی سی بی ایس نیوز کی 10/ جون کی رپورٹ کے مطابق: ''3 روسی جنگی بحری بیڑے اور ایٹمی آبدوزیں کیوبا کے ساحل پر پہنچ چکی ہیں، جہاں کیریبین ساحل میں جنگی مشقیں شروع کردی ہیں''۔ برطانوی اخبار رائٹرز ایک امریکی اہل کار کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: ''یہ ان کوششوں کا ایک اہم ترین عملی اظہار ہے کہ روسی نیوی آج بھی عالمی طاقت ہے''۔ امریکا کے ہی ایک نمائندے کا کہنا تھا کہ: ''روس یوکرین جنگ میں بہت بھاری نقصان اٹھانے کے بعد، اپنی خفگی پر پردہ ڈالنے کے لیے کیریبین ساحل پر لنگرانداز ہوا ہے''۔ ایک اخباری رپورٹر کا کہنا تھا کہ: ''ویسے تو اس فلیٹ یعنی عرشہ میں ایٹمی آبدوزیں شامل ہیں، لیکن یہ ایٹمی مواد سے عاری ہیں''۔

امریکی ناک کے نیچے جنگی مشقیں شروع کرنا امریکا کے لیے براہِ راست دھمکی ہے۔ دنیا کی کمزور اور ترقی پذیر اقوام کے لیے امریکا دہشت اور خوف کی علامت بنا ہوا تھا۔ آج کسی نے پہلی مرتبہ اس کے گھر میں گھس کر اس کی اوقات یاد دلانے کی کوشش کی ہے۔ ہزاروں میل کی مسافت کے بعد جنگی مشقیں روسی اتحاد کے گلوبل پاور ہونے کا عندیہ دے رہی ہیں، درست قرینِ قیاس ہے۔ امریکی اہل کار کا شوروغوغا اُٹھانا کہ روس یوکرین جنگ میں ہزیمت اُٹھانے کے بعد خفگی مٹانے کے لیے کریبین ساحل پر لنگرانداز ہوا ہے، مضحکہ خیز وضاحت ہے۔ کیوں کہ نقصان اور کمزور ہونے کی صورت میں متاثرہ شخص منہ چھپاتا پھرتا ہے، چہ جائے کہ کسی سپر پاور کو دھمکی دینے اس کے گھر پہنچ جائے۔ پھر یہ تأثر پھیلانا کہ ایٹمی آبدوزیں ایٹمی مواد سے عاری ہیں، لطیفے سے زیادہ نہیں ہے۔ ایسا تأثر دینے سے امریکی عوام کو تو بے وقوف بنایا جاسکتا ہے، اقوامِ عالم کا ایسا گمان کرلینا سمجھ سے بالا ہے۔

دنیا میں فساد کی جڑ امریکی غلبہ اور اس کا سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ دنیا کی امن سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ کمزور قومیں اپنے وجود کو برقرار رکھنے میں دقت محسوس کررہی ہیں، حتیٰ کہ ان کا وجود سوالیہ نشان بنا ہوا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کی بدامنی ہو یا اقوامِ عالم میں عدمِ استحکام، سب اسی کی شاطرانہ چالوں کا عملی مظہر ہے۔ امریکی گماشتوں کا مقابلہ کرنا' اسے تقویت پہنچانے کے مترادف ہے۔ بہترین طریقہ کار طاغوت کے منبع اور مرکز کو حکمتِ عملی کے ذریعے شکست سے دوچار کرنا ہے۔ روس کی طرف میلان رکھنے والے ممالک کو امریکا نے جس طرح مشرقِ وسطیٰ اور دیگر خطوں میں جنگی جنون کا نشانہ بنا کر انھیں تہ تیغ کیا تھا، آج ان اقدامات کو لوٹانے کا وقت آگیا ہے۔ روس نے کیوبا کے نزدیک یعنی کیریبین ساحلوں میں جنگی مشقیں شروع کرکے، اس حکمتِ عملی پر عمل درآمد کے ایک مرحلے کی ابتدا کردی ہے۔ کیوبا سے امریکا کی نزدیکی ریاست صرف 90 میل کے فاصلے پر ہے، جب کہ واشنگٹن سے زیادہ سے زیادہ نیوٹکل (سمندری) فاصلہ 1323 میل ہے۔ روس کے پاس بحری جنگی ٹیکنالوجی کے لیے یہ فاصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جو میزائل سسٹم تخلیق کیا ہے، کریملن سے براہ راست واشنگٹن کو ہدف بنا سکتا ہے۔ اقوامِ عالم کی تشکیلِ نو پر غوروغوض کرنا اور مستقبل کی تعمیر کے طریقوں کا فہم و ادراک حاصل کرنا، سیاسی سوج بوجھ اور شعور رکھنے والوں کے لیے موزوں مواد ہے۔

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

تبدیلی کے لیے نظم وضبط کی ضرورت واہمیت

31؍ مئی 2024ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! دینِ اسلام اپنے ماننے والوں میں ایسی تعلیم و تربیت اور تفقہ و بصیرت منتقل کرتا ہے، جس کی روشنی میں وہ اپنی دنیا اور آخرت سے متعلق انفرادی اور اجتماعی مسائل حل کرنے کی استعداد اور لیاقت پیدا کر لیتے ہیں۔ اللہ کو انسانیت محبوب ہے اور انسانیت میں بھی وہ جماعت جو اللہ کے احکامات اور اس کے دین پر صدقِ دل سے ایمان لاتی ہے۔ مسلمان جماعت کی تعلیم و تربیت اور اس کی منظّم زندگی کو مربوط بنانے کے لیے قرآن حکیم نے بہت سی ہدایات جاری کی ہیں۔ سورتِ برأت / توبہ میں نظم وضبط اور ڈسپلن کے حوالے سے بڑی بنیادی ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سورت میں ان تین صحابہ کرامؓ کا تذکرہ بھی ہے کہ جو ڈسپلن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے ایمان کی سچی حالت تھی، منافقت نہیں تھی، لیکن دنیاوی دھندوں اور کام کاج میں لگ گئے تھے، البتہ ارادہ پختہ تھا کہ ہم پیچھے سے چل کر پہنچ جائیں گے، لیکن نہیں پہنچ پائے، جس کی سزا کے طور پر ان کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا۔

دراصل یہ پیغامِ الٰہی تھا کہ قوم اور جماعت بننے اور بین الاقوامی انقلاب لانے کے لیے مکمل ڈسپلن کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ جو جماعت اپنے ہی طے کردہ قاعدے کی خلاف ورزی کرتی ہے، وہ تبدیلی نہیں لا سکتی اور قوم کیا بنے گی۔ اس پسِ منظر میں اللہ نے ایک بہت اہم ہدایت دی: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو'' (سورت توبہ) سچائی کا تعلق صرف زبان سے نہیں، عملی حالت کی سچائی بھی ضروری ہے۔ ایک صدق المقال ہے کہ گفتگو میں آپ سچے ہیں۔ اور ایک صدق الحال ہے کہ جو کچھ آپ گفتگو کر رہے ہیں، جو باتیں آپ کر رہے ہیں، جس کے آپ دعوے دار ہیں، وہ آپ کی انفرادی اور اجتماعی حالت بھی ہے یا نہیں۔ اس لیے ایسی سچی جماعت جو صادق القول اور صادق الحال ہو، اُس کی معیت اختیار کرو، اس کا حصہ بنو۔

اس کے بعد قرآن حکیم نے تنبیہ کی کہ کسی شہری یا دیہاتی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ ڈسپلن، آپ کی تربیت اور صحبت سے پیچھے رہ جائے۔ خواہ رسول اللہ ؐ کتنی ہی دور دراز کا سفر کریں، کتنی ہی مشقتیں آئیں، کتنے ہی دریا اور پہاڑ تمھیں کراس کرنے پڑیں، جہاں بھی لے جائیں، جماعت کا فیصلہ ہے کہ یہ مشقت اُٹھانی ہے تو کسی کو اس سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سخت حکم قوم بنانے کے لیے تھا۔ اس لیے صرف باتیں کرنے سے، خواہش رکھنے سے، تمنائیں اور آرزوئیں پالنے سے سماج نہیں بدلا کرتے۔ قوم نہیں بنتی۔ قوم کی تقویم اور اجتماعیت، سیاسی، معاشی اور سماجی تینوں دائروں میں ہوتی ہے اور ان میں ڈسپلن سب سے اہم ترین بات ہے''۔

قوم کے منتخب افراد کی تربیت اور تفقہ فی الدین کی اہمیت

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''قوم بننے کے عمل اور بین الاقوامی انقلاب کی جدوجہد اور کوشش کے لیے سب کے سب لوگوں کا باہر نکلنا لازمی اور ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ مسلمان سب کے سب کوچ کریں، سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ تا کہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تا کہ وہ بچتے رہیں''۔ (9-التوبہ: 122) کبھی بھی بہ یک وقت لاکھوں کروڑوں کے مجمع کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ اس کا ایک منظّم طریقہ ہے کہ عام لوگوں کو تربیت دینے کے لیے پہلے اہلیت اور صلاحیت رکھنے والے سمجھ دار لوگوں کی ایک تربیت یافتہ ٹیم تیار کی جائے، جو دین میں تفقہ اور شعور حاصل کریں اور پھر قوم کو سکھائیں۔

''تفقُّہ'' فقہ سے ہے اور عربی لغت میں فقہ کہتے ہیں: کسی چیز کو کُریدنا۔ علم کی دنیا میں انسانی زندگی کے جتنے شعبے ہیں، اُن کے بارے میں ایسا غور وفکر اور کرید کرنا، سوال و جواب کرنا، اس سے متعلق اُمور اور رویوں پر غور وفکر کرنا، دماغ لڑانا، اور پھر اُس کی سمجھ پیدا کرنا، یہ تفقہ ہے۔ تفقہ بابِ تفعّل سے ہے۔ عربی زبان میں بابِ تفعّل کا مطلب یہ ہے کہ اگر از خود آپ کی سمجھ میں بات نہیں آ رہی تو اپنے دماغ کو فوکس کر کے بہ تکلف اہتمام کے ساتھ اُس کی طرف توجہ دے کر، سمجھنے کی کوشش کریں۔ تفقُّہ فی الدّین (دین میں سمجھ بوجھ) حاصل کریں۔ دین سسٹم کو کہتے ہیں، جس کا تعلق قانون سے بھی ہے اور قانون کے اطلاق سے بھی ہے۔ وہ قانون جو سوسائٹی کی تقویم اور اُس کی کیمسٹری کو منظّم کرتا ہے، اس کے معاشرے پر سیاسی، سماجی اور معاشی اثرات کی سمجھ پیدا ہو۔ صرف عقلی طور پر اچھی اچھی اور عمدہ باتیں کر لینا، یہ کافی نہیں ہے۔ قوم کے اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کے لیے کوئی قانون کیا نتیجہ پیدا کرے گا؟ اس کو سمجھنا دین کا تفقہ ہے۔

آج کل ایک بہت بڑا فتنہ ہے کہ ''بس قرآن پڑھو، فقہ کی کیا ضرورت ہے؟ صرف قرآن اور حدیث اصل ہے''۔ بھئی! فقہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غور وفکر کیا جائے کہ قرآنی آیت یا حدیثِ نبویؐ کا اگر کسی سماج پر اطلاق کیا جائے تو اس کا انسانی معاشرے اور سماج پر کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس کے مطابق قانون بنایا جائے۔ مثلاً ایک ہی مسئلے سے متعلق اگر دو تین مختلف آیات یا احادیث ہیں تو ان تمام کو ملا کر ایک مجموعی آئینی فریم ورک بنایا جائے۔ یہی فقہ ہے۔ خارجیت اور انتہاپسندی یہی ہے کہ ایک آیت لے لو، آگے پیچھے کچھ معلوم نہ کرو، اور اُس کی بنیاد پر کسی کو کافر بنا دو، کسی کو گمراہ قرار دے دو۔ آج یہ فتنۂ خارجیت بہت زیادہ پھیل رہا ہے۔ تفقہ اس بات کا نام ہے کہ جتنے قوانین ہیں، انھیں مجموعہ طور پر دیکھ کر سوسائٹی کی معروضیات کو سامنے رکھ کر اس پر عمل درآمد کا سسٹم بنانا۔ قوم کی اجتماعیت کو قائم رکھنا۔ قوم کی شیرازہ بندی کرنا۔ اس کی سیاسی طاقت پیدا کرنا۔ اس کی معاشی قوت پیدا کرنا۔ تفقہ اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر دین کی مکمل سمجھ حاصل نہیں کی جا سکتی''۔

فقیہ کی جامع تعریف
اور اس کا سیاسی وسماجی شعور

حضرت آزادرائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’آج کل فقہا کے بارے میں عجیب سا تصور ہوگیا ہے کہ جو قانونی گتھیاں سلجھائیں اور قانونی مسئلے بیان کریں بس اسے ’’فقیہ‘‘ کہتے ہیں۔ اسی طرح انگریز کے زمانے میں ان فقہا کے حوالے سے غلط فہمیاں پیدا کی گئیں کہ جی یہ فقہا اور فقاہت کیا ہوتی ہے وغیرہ۔ فقیہ وہ ہے جس کا معاشرے کی نبض پر ہاتھ ہوتا ہے کہ معاشرہ کس رُخ پر جا رہا ہے؟ اس کو کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ فقہائے اُمت میں سے ایک ایک فقیہ پر گھنٹوں گھنٹوں گفتگو ہوسکتی ہے کہ اُن فقہا کی نظر قوم کی سیاست پر بھی تھی، قوم کی معیشت پر بھی تھی، قوم کے لیے قانونی نظام پر بھی تھی، قانون کے عملی اطلاق پر بھی تھی۔

پانچ چھ خلفا امام مالکؒ کے شاگرد ہیں: منصور، ہارون الرشید، مامون الرشید، مہدی عبّاسی وغیرہ، جنھوں نے امام مالکؒ سے براہِ راست تعلیم حاصل کی۔ امام مالکؒ نے جب فقہی ترتیب پر کتاب ’’موطّا‘‘ لکھی تو خلیفہ وقت ہارون الرشید نے کہا کہ میں اس کو ایک بین الاقوامی قانون بنا کر نافذ کردیتا ہوں، اس کے مطابق تمام لوگ عملی اقدامات کریں اور کام کریں۔ امام مالکؒ نے کہا کہ: نہیں! اس کتاب میں جو میں نے قانونی باتیں لکھی ہیں، وہ مدینہ میں موجود صحابہ کرامؓ؛ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہم کے طے کردہ اقدار، رویے اور تعامل کے مطابق ہیں۔ ان کی تعلیمات کو میں نے ایک جگہ جمع کیا ہے، جب کہ حضور ﷺ کے لاکھوں صحابہؓ ہیں جو دنیا بھر میں پھیل گئے اور انھوں نے جا کر حضور ﷺ کا علم آگے منتقل کیا، میں نہیں چاہتا کہ مدینہ کے تعامل پر مبنی نظامِ قانون کو پوری دنیا کا عالمی قانون بنایا جائے۔ یہ امام مالکؒ کا سیاسی شعور تھا۔ ورنہ آج کل کے کسی مفتی / مولوی کی طرح ہوتے تو کہتے کہ ہاں! میری کتاب کو آپ سرکار کے نصاب میں داخل کرلیں، باقیوں کو چھوڑیں۔

اسی طریقے سے یہی خلیفہ ہارون الرشید امام قاضی ابویوسفؒ کو خط لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کے مطابق مجھے معاشی نظام کا ایک ڈاکیومنٹ تیار کرکے دیں، جس کے جواب میں قاضی ابویوسفؒ نے ’’کتاب الخراج‘‘ لکھی، جو دنیا میں معاشی نظام پر سب سے پہلی تحریری کتاب ہے۔ اس کتاب میں ریونیو کلیکشن سے لے کر ریونیو کے استعمال تک کا پورا ڈھانچہ بیان کیا گیا ہے اور عام طور پر جن جن علاقوں میں امام شافعیؒ کی یا امام مالکؒ کی فقہ ہے، وہاں ان کے مطابق قوانین بنائے گئے۔ کیوں کہ انھوں نے اس قوم کی حالت کو سامنے رکھ کر عملی طور طریقے بیان کیے ہیں۔ کسی بھی عالمی انسان دوست فکر اور فلسفے کے عملی طور طریقے تو تہذیب بدلنے، ثقافت، خطے اور ضروریات کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ یہ فقہائے اُمت صرف جزوی مسئلوں کے مولوی نہیں تھے، سیاست، سماج، معیشت، ان تمام پہلوؤں پر باریک بینی کے ساتھ اُن کی نظر تھی۔ یہ اُمت کا طائفۂ منصورہ تھے۔ اسی لیے ان کو ’’فقہا‘‘ کہا جاتا ہے‘‘۔

جادۂ قویمہ محمدیہ
اور علمائے حق کا طائفۂ منصورہ

حضرت آزادرائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ’’جب دین کے بارے میں اللہ نے فیصلہ کرلیا کہ آخری انسان کے پیدا ہونے تک دینِ اسلام اپنی صحیح اور اصل حالت میں برقرار رہے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک نظام بنایا کہ ہر دور میں تفقہ اور بصیرت رکھنے والی ایسی جماعت پیدا کی، جو دین کی نورِ بصیرت رکھ کر، تفقہ اور شعور کے ذریعے سے اس دین کو خالصتاً انسانیت تک منتقل کرنے کے لیے کردار ادا کرے‘‘۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’میری اُمت میں سے دین کو قائم کرنے والی ایک جماعت ہمیشہ رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والا اُن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا‘‘۔ (صحیح مسلم) اس زوال کے پچھلے تین سو سالہ دور میں وہ جماعت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے تمام ذخیرۂ حدیث، تمام ذخیرۂ تفسیر، تمام فقہی کتب، تمام تاریخ، تمام علوم، اور تمام سسٹمز اور تمام خلافتوں اور حکومتوں کا جائزہ لے کر دین کے فہم کا ایک جامع ترین راستہ متعین کیا ہے جسے شاہ صاحب ’’الجادّة القويمة المحمّديّة‘‘ کا نام دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بعد شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، سیّد احمد شہیدؒ، شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، شاہ محمد اسحاق دہلویؒ اور ان کی تربیت یافتہ جماعت طائفۂ منصورہ ہے۔ آج کے دن (31/ مئی) پونے دوسو سال پہلے ۱۵/ محرم ۱۲۸۳ھ / 31/ مئی 1866ء کو یہ طائفۂ منصورہ اور قافلۂ تفقہ وبصیرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان دونوں کے صاحبِ بصیرت شیخ، سیّد الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فاروقیؒ کی صورت میں دیوبند میں اُترا۔ یہ وہ مجتہدین اور فقہا ہیں، جو جادہ قویمہ کے نمائندے ہیں۔ انھوں نے 1857ء کی ناکامی کا بدلہ لینے کے لیے اپنے دور کے تناظر میں ایک مرکز دارالعلوم دیوبند بنایا۔ اس کے بعد سہارن پور میں مدرسہ مظاہر العلوم اور مراد آباد میں مدرسہ شاہی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ان مراکز سے تعلیم وتربیت پا کر نکلنے والے افراد کا ایک طائفہ اور جماعت تیار ہوتی ہے، جو ہندوستان بھر کے گلی گلی محلے محلے میں مکاتبِ قرآنیہ قائم کرتی ہے، جہاں قرآن سے بنیادی تعلق اور تفقہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

دیوبند کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اس کی تاسیس کرنے والی جماعت فقہا، باشعور لوگ، تربیت یافتہ افراد پر مشتمل ہے، جس نے تقریباً ڈیڑھ دوسو سال میں ایسے ایسے رجالِ کار پیدا کیے ہیں کہ جنھوں نے قوم کے حقیقی مسائل کو سمجھا اور دینی تفقہ کی روشنی میں ان کے حل کی طرف رہنمائی کی۔ سورت البرأت کی آیات یہ پیغام دے رہی ہیں کہ قوم کے مسائل سمجھنے کی فقہ، تفقہ، شعور اور دینی سمجھ بوجھ پیدا کرنا، پھر اس کی اَساس پر تربیت پا کر سوسائٹی کے قومی مسائل سے باخبر کرنا، اپنے اپنے شعبے کے اعتبار سے اُمت کو صحیح راستے پر ڈالنا، یہ ہماری قومی، انسانی، بین الاقوامی اور مذہبی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔ (آمین!)

سفرنامہ

ایک یادگار سفر کی مختصر روئیداد

مولانا محمد صادق قاسمی (ایم فل سکالر، جامعہ ملیہ، دہلی، انڈیا)

قرآن کریم میں اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا کہ: ''قرآن لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے''۔ اس سے صحابہ کرامؓ نے ہدایت حاصل کی، پھر ان کی تربیت سے تابعین کی جماعت پیدا ہوئی، پھر تبع تابعین، پھر علمائے ربانیین۔ اسی طرح سے یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ اب یہ تربیت کبھی تو اپنے مقام پر رہ کر کسی مرشد کی صحبت اختیار کر کے حاصل ہوتی ہے اور کبھی اپنے مقام سے سفر کر کے کسی دوسری جگہ جہاں پر وقت کا عارف ہوتا ہے، اس کی صحبت اختیار کی جاتی ہے۔ اس طرح یہ تربیت کا سلسلہ صدیوں سے آگے بڑھتا رہا ہے۔

اسی طرح کا ایک یادگار سفر دنیا میں سب سے معزز اور محترم مقام؛ حرمین شریفین میں اس عظیم، متبعِ سنتِ رسولؐ وصحابہؓ، ماہرِ علومِ ولی اللّٰہی، حضرت نانوتویؒ جیسی تواضع، حضرت گنگوہیؒ جیسی نفاست، حضرت شیخ الہندؒ جیسا جذبہ و جدوجہد، حضرت عالی رائے پوریؒ جیسی فہم وفراست، حضرت سندھیؒ جیسی فکرِ انقلابی، حضرت رائے پوری ثانیؒ جیسی سیاسی بصیرت، حضرت مدنیؒ جیسی مستقل مزاجی، حضرت رائے پوری ثالثؒ جیسا عشقِ قرآن، حضرت رائے پوری رابعؒ جیسی انسانیت دوستی سے ملاقات ہے، جن سے میری مراد حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری (موجودہ مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور و ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علوم قرانیہ لاہور) ہیں۔

جب ستمبر 2023ء کے مہینے میں یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت اقدس رائے پوری خامس مدظلہٗ عمرے کے لیے تشریف لا رہے ہیں تو یہ خبر یہاں ہندوستان میں ان کے متوسلین میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور ہر ایک متوسل نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ چناں چہ یہ بندہ بھی اس ملاقات کا تقریباً 12 سال سے منتظر تھا۔ اس نے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے آسانیٔ سفر کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی توجہ سے اس سفر کا سامان مہیا کرا دیا اور بندہ نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ چناں چہ بندہ ۱۷/ ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ/ 3/ اکتوبر 2023ء کو ہندوستان سے روانہ ہوا اور 4/ اکتوبر کی صبح مدینۃ الرسول ﷺ میں قدم رکھا۔ اس دوران 'ریاض' میں مولانا عبدالرحیم طاہر اور ان کے رُفقا سے ملاقات ہوئی۔

اکتوبر کی صبح مدینے میں ہم پہنچتے ہیں۔ اب سامان کمرے میں رکھ کر دیدارِ مرشد کی تیاری شروع کر دی۔ ابھی فجر کا وقت تھا کہ ہمارے محبوب و مرشد مع اپنی جماعت کے مسجدِ نبویؐ میں نماز کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اشراق کے بعد تشریف لائیں گے۔ پھر کچھ دیر کے بعد جناب تابش زیدی نے بتلایا کہ حضرت اقدس مدظلہٗ تشریف لانے والے ہیں۔ میں جلدی سے ہوٹل کے باہر آیا۔ یہاں پر چند لمحے ہی گزرے تھے کہ حضرت اقدس مع اپنے رُفقا کے تشریف لا رہے ہیں۔ بس یہ وہ لمحہ تھا جو ہمیشہ کے لیے یاد رہے گا۔ یہ وہ ملاقات تھی جس کے لیے 12، 13 سال سے ترس رہے تھے۔ حضرت سے معانقہ ہوا، مصافحہ ہوا اور اسی دوران حضرت نے چند جملے ارشاد فرمائے، جس سے جہاں ایک طرف خوشی سے دل باغ باغ ہو گیا، وہیں دوسری طرف آنکھیں بھی تر ہو گئیں۔ پھر آپ کے بعد مفتی عبدالمتین نعمانی، مفتی سعید الرحمٰن اور مولانا مفتی مختار حسن وغیرہ حضرات سے ملاقات ہوئی۔ اس طرح سے مدینہ منورہ میں ان حضرات کی معیت میں قیام کا آغاز ہوا۔

پھر 8/ اکتوبر 2023ء بروز اتوار کو وہ دوسرا لمحہ ہے جس کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ اب یہاں سے تربیت کا آغاز ہوتا ہے۔ بندہ کی خواہش تھی کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت کرنی ہے، جو آں حضرت ﷺ سے صحابہؓ نے کی تھی اور مدینے میں ہی کرنی ہے اور اکیلے کرنی ہے۔ چناں چہ 8/ اکتوبر کی صبح ہے، جس دن صبح ناشتے کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی کے دستِ حق پر بیعتِ طریقت نصیب ہوئی۔ پھر مزید برآں یہ کہ اسی دن مقامِ بدر جانا ہوا تو مزید اس نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی اس انقلابی جدوجہد کے دن کو یاد دلا دیا جس میں مکہ کے کفارِ قریش کی سیاسی و معاشی طاقت ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔ پھر جب مقامِ بدر پر پہنچتے ہیں تو جب یہاں اصحابِ بدرؓ کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں تو یہاں پورا وہ نقشہ سامنے آتا ہے، جو مکہ کی 13 سالہ زندگی میں جماعت تیار کر کے ظالموں کو سبق دینے اور مظلوموں کی مدد کرنے کے لیے تیار کی گئی تھی اور جس نے آپؐ کی لیڈرشپ میں انقلاب کی بنیاد ڈال دی تھی۔

یہاں پر اصحاب شہدائے بدریینؓ کو ایصالِ ثواب کرنے کے بعد حضرت اقدس مدظلہ نے چند منٹوں کے لیے وہ پُرمغز جملے ارشاد فرمائے، جن سے دلوں پر لرزہ اور جسموں پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت کیا باتیں ارشاد فرمائیں وہ تو یاد نہیں رہیں، کیوں کہ اس وقت بس صرف حضرت اقدس مدظلہ کے منور چہرے اور آپ کے طرزِ تکلم پر توجہ تھی۔ صرف اتنا یاد ہے کہ ایصالِ ثواب اپنی جماعت کے ساتھ کرنا چاہیے اور سب سے پہلے جماعت کے رہنما کے ذریعے سے ایصال ثواب کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ: ''حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی پوری جدوجہد اور ان کی جماعت جس کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں، کے توسط سے ایصالِ ثواب کرنا چاہیے''۔

پھر اسی طرح کا ایک اہم اور مرحلہ یہ بھی آیا کہ 12/ اکتوبر کو رات عشا کے کھانے سے فراغت کے بعد ایک مجلس منعقد ہوئی، جس میں مولانا مفتی محمد عامر سعیدی رائے پوری نے ایک خطی شیٹ کا تحفہ عنایت فرمایا، جس پر حضرت اقدس مدظلہ العالی کا اسم مبارک کُندہ کیا ہوا تھا۔ اسی مجلس میں بندے نے کچھ اشعار حضرت اقدس مدظلہٗ العالی سے عشق ومحبت میں ترتیب دیے تھے، ان کو پڑھنے کا موقع ملا۔ یہ میرے لیے بڑی خوشی اور مسرت کا موقع تھا کہ اس پر مجھے فخر بھی ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ جماعتِ ولی اللّٰہی کے قائد اور ان کے موجودگی میں پڑھنے کا موقع ملا۔ اس مجلس میں ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن،

مفتی عبدالمتین نعمانی، مفتی عبدالقدیر، مولانا مفتی محمد مختار حسن، مفتی محمد عامر رائے پوری مدظلہم العالی، مولوی محمد شہزاد (دیوبند) اور مولوی انیس الرحمٰن وغیرہ حضرات موجود تھے۔

پھر 14/ اکتوبر کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ مغرب کے وقت مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں اور پھر عشا کے بعد عمرے کی ادائیگی کے لیے جاتے ہیں۔ تقریباً 200 افراد کا قافلہ حضرت کی معیت میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے حرم شریف کے لیے روانہ ہوتا ہے۔ عمرے کے ارکان کی ادائیگی کے بعد واپس اپنی قیام گاہ پر آ جاتے ہیں۔ پھر مسلسل 14 روز مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مدظلہ العالی اور آپ کی جماعت کے تربیت یافتہ حضرات و افراد کے ساتھ تبادلہ خیال کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ اس دوران حضرت کا فیض اور توجہاتِ خاصہ و عامہ اور آپ کی عنایت و شفقت کا مظہر ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت کے صاحبزادے مولوی عزیز احمد سلّمہٗ کی شفقت و مہربانی اور خوش مزاجی کو نہیں بھلایا جا سکتا۔ ان کے بھی ہم شکر گزار ہیں کہ انھوں نے حضرت کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ اس پورے 28 دن کے دورانیے میں ہمیں بہت کچھ سیکھنے اور دیکھنے کو ملا۔ مثلاً حضرت اور حضرت کے ساتھ تمام علما کا اپنے نوجوانوں کے ساتھ پیار اور محبت اور ان کی حوصلہ افزائی جو کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ بلکہ بلا مبالغہ یہ بات کہ ہم نے اس طرح سے کہیں نہیں دیکھا کہ ایک نوجوان کے اتنے حوصلے بلند ہیں کہ وہ بلا چون و چرا حضرت اور ان کے دیگر رفقا سے کوئی بھی سوال کر لیتا ہے اور پھر ان حضرات کی توجہ اس سوال کے حل میں اتنی ہو جاتی ہے کہ وہ سب کچھ بھلا کر اس طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور سامعین ان کے نقلی، عقلی، تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے جواب سے محظوظ ہوتے ہیں اور سائل بھی مطمئن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر کسی کو تعمیری تنقید کرنے کا بھی پورا حق دیا جاتا ہے۔ الغرض! حضرت اور ان کی تربیت یافتہ جماعت عقل و شعور فہم و بصیرت کے تناظر میں سوچنے اور سمجھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس طرح نوجوان نسل میں دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات پھیل رہی ہیں اور نوجوان نسل سامراج کے پروپیگنڈے کو بہت اچھے طریقے سے جان اور سمجھ رہی ہے۔ یہ رویہ تو نوجوان اور حضرات اور ان کی جماعت کا ہے۔ خود اگر حضرت کی تربیت یافتہ جماعت کے افراد کا معاملہ دیکھیں تو ان میں آپس میں پیار و محبت و احترام ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

بار ہا یہ بات دیکھنے کو ملی کہ حضرات مفتیانِ کرام حضرت اقدس والا کی موجودگی میں بھی احترام کرتے ہیں، بلکہ غیر موجودگی میں اسی طرح احترام کرتے ہیں اور دوسری طرف ہم نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کو دیکھا کہ آپ بھی ان کے بغیر قدم نہیں اُٹھاتے، حتیٰ کہ دستر خوان پر کھانا بھی ان حضرات کے تشریف لانے کے بعد شروع ہوتا تھا۔ یقیناً یہ پورا دورانیہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کے اس احترام کی یاد دلاتا ہے جس کی گواہی مکے کے کافروں نے بھی دی ہے۔ یقیناً یہ سب باتیں تربیت یافتہ جماعت کے افراد میں ہی پائی جا سکتی ہیں۔

اس 25 روزہ سفر میں پاکستان، امریکا، انگلینڈ، افریقا وغیرہ ممالک کے ساتھ ساتھ ہندوستان سے ایک بڑی تعداد حضرت اقدس کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہونے کے لیے تشریف لے گئے، جن میں سے مدرسہ شاہی مراد آباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام قاسمی (خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری رابعؒ)، موجودہ حضرت کے مرید خاص مولانا مفتی محمد عامر سعیدی رائے پوری، مولانا سعید الزماں اور مولانا عبدالقادر صاحب ابنان حضرت شیخ الحدیث مدرسہ شاہی، مولوی انیس الرحمٰن (بہٹ)، مولوی محمد شہزاد (دیوبند)، بھائی محمد اسلم (سہارن پور)، اور رائے پور سے بھائی عبدالقادر، بھائی زبیر، بھائی عزیر، بھائی محمد جاوید، بھائی ضیاء الرحمٰن، بھائی انوار اور ان کے والدین وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تمام احباب اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضرت اقدس مدظلہ العالی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

پھر 27/ اکتوبر کی شام ہوتی ہے۔ اب ہندوستان کی طرف روانگی کا وقت ہے۔ ایک طرف حرمین شریفین کی جدائی کا احساس اور دوسری طرف ایک عظیم قائد اور مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی جدائی۔ ان دونوں کی جدائی بھی عام الحزن کی طرح تھی۔ چناں چہ عشا کے بعد حضرت اقدس کی مجلس لگتی ہے۔ یہ مجلس بھی ایک عجیب کیفیت رکھتی ہے۔ اس مجلس میں اور اس سے پہلے والی مجالس اس واقعے کی یاد دلاتی ہیں، جس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت تھانوی نے فرمایا تھا کہ بڑے میاں یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی مجلس میں بیٹھتے ہوئے ڈر لگتا ہے، اگر ہمارا حضرت والا کی مجلس میں بیٹھنا نہ ہوتا تو ہم یہ سمجھتے کہ یہ تو کتابوں میں ایسے ہی لکھا ہے، لیکن وہ حقیقی بات ہے جس کا بندے نے مشاہدہ کیا۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند   کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

الغرض! 27/ اکتوبر کی رات ہو چکی ہے۔ اب حضرت اقدس سے آخری ملاقات ہو رہی ہے۔ آنکھیں اشک بار، دل آزردہ ہے۔ قدموں کو آگے بڑھاؤں، لیکن پیچھے چلتے ہیں۔ بس حضرت کے فرمانے کے بعد کہ: ”جاؤ آرام کرلو! صبح جانا بھی ہے“، بس پھر حضرت کا آخری دیدار کر کے واپس اُلٹے پاؤں لوٹ گیا۔ پھر حضرات مفتیانِ کرام؛ ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، مولانا مفتی عبدالقدیر، مولانا مفتی محمد مختار حسن، مولانا ڈاکٹر تاج افسر، مولانا قاضی محمد یوسف وغیرہ حضرات سے ملاقات کر کے اپنے کمرے پر آ گیا اور پھر صبح نماز فجر کے بعد جدہ ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔

بندہ تہ دل سے حضرت والا کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اپنا نہ صرف دیدار کرایا، بلکہ استفادے کا موقع عطا فرمایا۔ اسی طرح جناب تابش زیدی بھی لائقِ ستائش ہیں کہ انھوں نے اس سفر کی طرح ڈالی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ہم سب کو حضرت والا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

المحرّر: محمد صادق، انڈیا

۱۲/ جمادی الاول ۱۴۴۵ھ/27/ نومبر 2023ء، بروز پیر، بوقت صبح

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

خوش خبری

ادارہ رحیمیہ لاہور میں

17 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

گزشتہ سالوں کے معمول کے مطابق اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے زیرِنگرانی 17 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم منعقد کیا جا رہا ہے، جس کی تفصیلات درجِ ذیل ہیں:

آغاز: 12/جولائی 2024ء/ ۵/محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروز جمعۃ المبارک

اختتام: 28/جولائی 2024ء/ ۲۱/محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروزاتوار

اس دورۂ تفسیر قرآنِ حکیم میں:

1۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اصولِ تفسیر

2۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اُسلوبِ تفسیر

3۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تفسیری نکات کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔

خصوصیات دورۂ تفسیر قرآن حکیم

اس دورۂ تفسیر کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

☆ قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا جامع خلاصہ اور اس کے اہم نکات کا بیان

☆ شریعت کے حوالے سے اہم قرآنی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام

☆ اَخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے دینی اور روحانی ماحول

☆ قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی

☆ دورِ حاضر کے اہم عمرانی مسائل کے حوالے سے قرآنی افکار سے متعلق آگہی

اس دورۂ تفسیر میں شرکا کی رہنمائی کے لیے ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانشورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔ موسمِ سرما کی تعطیلات میں دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز کے طلبا اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے بڑا موقع ہے کہ وہ اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں۔

اس دورۂ تفسیر میں شرائط کے مطابق داخلہ لے کر قرآنی فکروشعور سے آگہی حاصل کریں۔ دینی تقاضوں کی تکمیل کے لیے روحانی، اَخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے دینی ماحول کے اس اہم موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

نوٹ: اس دورۂ تفسیر میں شریک ہونے والے احباب اپنی آمد سے قبل ادارہ رحیمیہ لاہور کی انتظامیہ کو ضرور مطلع کریں، تاکہ انتظامات میں آسانی ہو۔

حافظ محمد شفیق (ناظم دفتر ادارہ) رابطہ نمبر: 0321-6455369

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال میں چند روز سے اپنے مالی معاملات کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھا۔ اس دوران میرا کسی بات پر اپنی بیوی کے ساتھ بہت زیادہ جھگڑا ہوگیا۔ میں نے اپنی والدہ کو فون کر کے یہ کہا کہ: ''میں اسے (اپنی بیوی کو) چھوڑ چکا ہوں، طلاق دے چکا ہوں''، لیکن اس کے فوراً بعد میں نے کہا کہ میں اس کو طلاق دے دوں گا۔ میں نے یہ بار بار کہا، لیکن میں اس وقت شدید غصے میں تھا اور میری طلاق دینے کی بالکل نیت نہیں تھی، میری یہ کال موبائل میں ریکارڈڈ ہے اور یہ بات میں نے اپنی والدہ سے کی تھی، اپنی اہلیہ سے نہیں کی تھی۔ اس تناظر میں میرا سوال ہے کہ کیا میرے ان مذکورہ جملوں سے میری بیوی کو طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

جواب آپ (شوہر) نے اپنی والدہ کو فون کرتے ہوئے شروع میں اپنی بیوی سے متعلق دو جملے کہے ہیں: ایک یہ کہ ''میں اسے (اپنی بیوی کو) چھوڑ چکا ہوں''۔ یہ الفاظ طلاقِ صریح کے حکم میں ہیں، اس سے ایک طلاق ہوگئی۔ اور دوسری جملے ''میں طلاق دے چکا ہوں'' سے دوسری طلاق ہوگئی۔ اس طرح دو طلاقِ رجعی واقع ہوگئیں۔ اب شوہر عدت کے اندر اندر بیوی سے ان دو طلاقوں سے رجوع کرسکتا ہے اور دونوں میاں بیوی کے طور پر دوبارہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ اب شوہر کو صرف ایک طلاق کا اختیار باقی ہے۔ آئندہ خدانخواستہ کسی موقع پر اس طرح کے الفاظ کہے تو طلاق مغلظہ ہو جائے گی اور رجوع کا حق ختم ہوجائے گا۔

[بقیہ: خُلقِ سماحت سے حاصل ہونے والے بنیادی مقامات]

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کے پاس فالتو سواری ہو، وہ اُس آدمی کو دے دے جس کے پاس کوئی سواری نہیں اور جس آدمی کے پاس زادِ راہ زیادہ ہو تو اُسے چاہیے کہ اس آدمی کو دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے''۔ پس حضور ﷺ نے اس موقع پر مال کی تمام اقسام بیان فرمائیں، یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ شاید ضرورت سے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں''۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، حدیث: 3898)

ان تمام احادیث میں آپ ﷺ نے بڑی شدت سے ان اُمور کی ترغیب دی، اس لیے کہ صحابہ کرامؓ جہاد میں تھے اور مسلمانوں کو اس زمانے میں ضرورت تھی تو آپ ﷺ نے خُلقِ سماحت، ملت کے نظم و نسق کے قیام اور مسلمانوں کی جانیں بچانے کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ (أبواب الإحسان، باب: 3، بقيّةُ مَباحث الإحسان، ج: 2، ص: 227 تا 229)

[بقیہ: بجٹ 2024ء] دوسری جانب سیاسی میدان پہلے سے ہی ابتری کا شکار ہے۔ ایسے میں پیش کیا جانے والا بجٹ دراصل تباہی کا پیش خیمہ ہوگا اور یہ دورانِ سال بجٹ سے متعلق مزید اقدامات کی ضرورت پیدا کرے گا، جو پہلے سے موجود ابتر صورت حال کو مزید خراب کرے گا۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔